الفضل قادیان

The ALFAZL QADIAN.

ہفتہ میں تین بار — ایڈیٹر غلام نبی

نمبر ۱۰۲ | مورخہ ۵ مارچ ۱۹۳۱ء | یوم پنجشنبہ | مطابق ۱۴ شوال ۱۳۴۹ھ | جلد ۱۸

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز چند روز کے لیے بحالیٔ صحت کی خاطر راجپورہ تشریف لے گئے ہیں۔

جناب خان ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر سابق ناظر اعلیٰ کی صاحبزادی زبیدہ خاتون صاحبہ کا نکاح حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری کے ساتھ دو ہزار روپیہ مہر پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے یکم مارچ کو مسجد مبارک میں پڑھا۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔

مجلس مشاورت ۱۹۳۱ء کا ایجنڈا شائع ہو گیا ہے۔ جن انجمنوں کو نہ پہنچا ہو وہ فوراً دفتر پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے منگالیں۔ بجٹ چھپ رہا ہے۔ امید ہے بہت جلد بھیج دیا جائے گا۔

۳۔ مارچ خوب بارش ہوئی۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک آسمانی فیصلہ

"یہ پیشگوئی ایک بڑے مقصد کے ظاہر کرنے کے لیے کی گئی تھی یعنی اس بات کا ثبوت دینے کیلئے کہ آریہ مذہب بالکل باطل اور وید خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ اور ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کے پاک رسول اور برگزیدہ نبی۔ اور اسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے سچا مذہب ہے۔ اور یہی بار بار لکھا گیا تھا۔ اور اسی مقصد کے پورا کرنے کے لیے دعائیں کی گئی تھیں۔ سو اس پیشگوئی کو نری ایک پیشگوئی خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک آسمانی فیصلہ ہے۔ کچھ مدت سے ہندوؤں میں تیزی بڑھ گئی تھی۔ خاص کر کے یہ لیکھرام تو گویا اس بات پر اعتقاد نہیں رکھتا تھا کہ خدا بھی ہے۔ سو خدا نے ان کو چمکتا ہوا نمونہ دکھلایا۔ چاہیئے کہ ہر یک شخص اس سے عبرت پکڑے۔ جو شخص خدا کے مقدس نبیوں کی اہانت میں زبان کھولتا ہے کبھی اس کا انجام اچھا نہیں ہو سکتا۔ لیکھرام اپنی موت سے آریوں کو ہمیشہ کی عبرت کا سبق دے گیا ہے۔ چاہیئے کہ ان شرارتوں سے دستبردار ہوں۔ جو دیانند نے ملک میں پھیلائیں۔ اور نرمی اور لطف اور سچی محبت اور تعظیم کے ساتھ اسلام سے برتاؤ کریں۔ آئندہ انہیں اختیار ہے۔ بعض احمق جو مسلمان کہلا کر آریوں کی طرف جھکے تھے۔ اب ان کی توبہ کا وقت ہے۔ انہیں دیکھنا چاہیئے کہ اسلام کا خدا کیسا غالب ہے؟ آریوں کو اس پیشگوئی کے وقت بذریعہ چھپے ہوئے اشتہاروں کے اطلاع دی گئی تھی کہ اگر تمہارا دین سچا ہے۔ اور اسلام باطل۔ تو اسکی یہی نشانی ہے۔ کہ اس پیشگوئی کے اثر سے اپنے وکیل لیکھرام کو بچا لو۔ اور جہاں تک ممکن ہے۔ اس کیلئے دعائیں کرو۔ اور دعاؤں کیلئے مہلت موجود تھی۔ لیکن خدا کے قہری ارادہ کو وہ لوگ ٹال نہ سکے یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ جو چھری لیکھرام پر چلائی گئی۔ یہ وہی چھری تھی۔ جو وہ کئی برس تک ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی میں چلاتا رہا۔ پس وہی زبان کی تیزی چھری کی شکل پر متمثل ہو کر اس کے سینہ میں گھسی۔ جب آسمان پر چھری چلے۔ زمین پر ہرگز ٹل نہیں سکتی۔ لوگ سمجھے ہونگے کہ لیکھرام اب مارا گیا۔ لیکن میں تو اسوقت سے مقتول سمجھتا تھا جب میرے پاس ایک فرشتہ خونی شکل میں آیا۔ اور اس نے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے۔"

(سراج منیر ص ۰)

جری اللہ فی حلل الانبیاء

وہ گل کہ جس کی ہر جا پھیلی ہوئی ہے خوشبو۔
وہ پہلوان جس کی دھومیں مچی ہیں ہر سو۔

تھرا رہے ہیں جس سے عیسائی اور ہندو
جس کی دعا سے آخر کٹ کر مرا تھا لیکھو
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے۔

فضل خدا تھا جس کا ہر ہر قدم پہ ناصر۔
بے شک صلیب کا ہے جو بے مثال کاسر
اور کانپتے ہیں جس سے سارے جہاں کے کافر
جس کی دعا سے لیکھو کٹ کر مرا تھا آخر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے۔

میدان جنگ میں جو لڑتا رہا ہے ڈٹ کر۔
[illegible] دشمنوں کی جس نے صفیں الٹ کر۔
قدموں پہ جس کے دنیا آئی ہے اب سمٹ کر
جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

آئے مقابلہ پہ ہے یہ مجال کس کی۔
میداں سے بھاگ نکلی ہر ایک قوم کھسکی۔
دنیا لرز رہی ہے ہیبت سے آج اس کی
لیکھو مرا تھا کٹ کر آخر دعا سے جس کی
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے۔

شاکر (عملہ ادارت)

ہمارا امام مجتبیٰ

جانیں ہیں جس پہ قرباں وہ دلربا یہی ہے
وہ جس کی اک نظر نے تڑپا دیا جہاں کو۔
سو طور کے کرشمے پنہاں ہیں اک جھلک میں
بیتاب ہو رہا تھا فرقت میں جس کی عالم
خیر الوریٰ نے جس کو اپنا سلام بھیجا۔
آواز لن ترانی سنتے رہے۔ تھے پہلے
جادوئے سامری کو جس نے مٹا یا یکسر۔
باغ جہاں میں مہکی مشک تتار جس سے۔
وہ حامیٔ شریعت۔ وہ ماحیٔ ضلالت۔
غرقاب معصیت تھی کشتیٔ دین احمد
لیکھو کو جس نے یکدم میدان میں پچھاڑا
کیونکر نہ دشت قدرت نیچا اسے دکھاتا۔
نیچا دکھایا جس نے قوم ہنود کو بھی۔
ساغر بکف کھڑا ہے۔ کوثر پہ آج ساقی۔
پھیلاؤ تم جہاں میں بوئے گل محمد

نازاں ہیں جس پہ قدسی۔ وہ مہ لقا یہی ہے۔
نیچی نگاہوں والا وہ میرزا یہی ہے۔
پردہ اٹھا کے دیکھو عین الضیا یہی ہے
وہ عالم حقیقی۔ وہ پیشوا یہی ہے۔
اے سننے والو سن لو وہ مصطفیٰ یہی ہے۔
پھر جس نے حق دکھایا وہ حق نما یہی ہے۔
وہ شان موسوی میں شیر خدا یہی ہے۔
پھیلائی جس نے خوشبو۔ باد صبا یہی ہے
زندہ ہے جس سے ملت وہ رہنما یہی ہے
جس نے بچایا اس کو وہ ناخدا یہی ہے
وہ پہلوان ملت جنگ آزما یہی ہے۔
دست ستم بڑھایا۔ حمق و خطا یہی ہے
دشمن کو جس نے پیسا وہ آسیا یہی ہے۔
اے پینے والو۔ پی لو۔ آب بقا یہی ہے
جا کر بتاؤ سب کو نعم العطا یہی ہے۔

مٹ جائے کفر و بدعت پھیلے جہاں میں وحدت
نازل ہو سب پہ رحمت لب پر دعا یہی ہے

طاہر (عملہ ادارت)

مجلس مشاورت سنہ ۱۹۳۱ء کا ایجنڈا

۲۔ مارچ کو مجلس مشاورت سنہ ۱۹۳۱ء کا ایجنڈا جماعت ہائے احمدیہ کو بھجوایا جا رہا ہے۔ جن جماعتوں کو ایجنڈا نہ پہونچے۔ وہ بہت جلد اطلاع دیں۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ جماعتیں اپنے اپنے نمائندوں کو پورے طور پر طیار کر کے بھجوائیں گی۔ اور ہر ایک جماعت خواہ پنجاب کی ہو۔ یا بنگال کی۔ سندھ کی ہو۔ یا بہار کی۔ مالابار کی ہو۔ یا مدراس کی اپنا نمائندہ مشاورت میں ضرور بھیجے گی ؛

پرائیویٹ سکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۰۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۵ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء | جلد ۱۸

کیا پنڈت لیکھرام کسی سازش کا شکار ہوا

آریوں کے بے بنیاد الزام کی مدلّل تردید

آریوں میں ہلچل

پنڈت لیکھرام کے قتل کا حادثہ ایک ایسا عبرتناک حادثہ ہے کہ جب بھی وُہ دن قریب آتا ہے۔ جس میں یہ وقوع پذیر ہوُا۔ آریوں میں ایک سرے سے لے کر دُوسرے سرے تک ہلچل پڑ جاتی ہے۔ اور وُہ اس بات کی کوشش شروع کر دیتے ہیں۔ کہ اسلام کے جری حضرت مسیح موعوُد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں ویدک دھرم کے قائم مقام پنڈت لیکھرام کو جو شکست فاش ہو چکی ہے۔ اس پر اپنی غلط بیانیوں اور دھوکہ دہیوں سے پردہ ڈال دیں۔

اس کے لئے ان کے ہاتھ میں جو سب سے بڑا حربہ ہے۔ اور جسے ان کے چھوٹے بڑے لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ لیکھرام کو قتل کرنے کا الزام حضرت مسیح موعوُد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لگائیں۔ اور بغیر کسی ثبوت کے یہ کہتے ہوُئے ذرا بھی نہ شرمائیں۔ کہ لیکھرام مرزا صاحب کی سازش کا شکار ہو گیا۔

سازش کا الزام

اس سال بھی جب لیکھرام کے قتل کا دن قریب آیا۔ تو آریہ اخبارات نے اپنے خاص نمبر شائع کر کے جہاں صف ماتم بچھائی وہاں سب سے زیادہ زور اسی بات پر دیا۔ کہ یہ قتل سازش کے ذریعہ ہوُا اور یہ سازش مرزا قادیانی نے کرائی۔ چنانچہ اخبار "پرکاش" ۲۲ فروری ۱۹۳۱ء نے لکھا:-

"آخر مرزا نے پنڈت لیکھرام کی موت کی پیشگوئی کی۔ تو میعاد رکھی۔ نہ ہفتہ نہ مہینہ نہ سال نہ دو سال۔ بلکہ پُورے چھ سال۔ لیکن اس لمبے عرصہ میں بھی خدا مدد کرتا دکھائی نہ دیا۔ تو ایک بوچڑ سے مدد لی۔ جس نے نمک حرامی کر کے پنڈت جی کا گھات کیا"

ایک دُوسرے اخبار "آریہ ویر" (۲۲۔ فروری ۱۹۳۱ء) نے لکھا:

"مرزا کی سازش سے ۶۔ مارچ ۱۸۹۷ء کو ایک شدھ مسلمان نے تبدیل مذہب کے حیلہ سے پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر کو جام شہادت نوش کرایا"

آریوں کی طرف سے پیشگوئی کی تصدیق

قطع نظر اس سے۔ کہ پنڈت لیکھرام کو قتل کرنے والا جبکہ نہ آریوں کے ہاتھ آیا۔ اور نہ گورنمنٹ اس کا کوئی سُراغ لگا سکی۔ اور جبکہ اس کے متعلق معلوم ہی نہ ہو سکا۔ کہ وُہ کوئی مسلمان تھا۔ یا آریہ۔ آریوں کو اسے مسلمان قرار دینے اور حضرت مسیح موعوُد علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر سازش کے ذریعہ قتل کرانے کا الزام لگانے کا کہاں تک حق حاصل ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ خود آریہ پنڈت لیکھرام کے قتل کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے عین مطابق تسلیم کرتے ہیں۔ اور جب ان کے لئے اس پیشگوئی کو غلط قرار دینے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ اور وُہ دیکھتے ہیں کہ جو کچھ کئی سال قبل بتایا گیا ہے۔ وُہ حرف بحرف پُورا ہو گیا۔ اور اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔ تو پھر وُہ یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ یہ واقعہ سازش کا نتیجہ ہے۔ جو اپنی بات پُوری کرنے کے لئے کی گئی ورنہ اگر آریہ لیکھرام کے واقعہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی پیشگوئی کے مطابق نہ سمجھتے ہوں۔ تو پھر اس قتل کو سازش کا نتیجہ قرار دینے کی ضرورت ہی نہ سمجھتے۔ وُہ بڑی آسانی کے ساتھ کہہ سکتے تھے۔ کہ جو کچھ کہا گیا تھا۔ اسے واقعات نے غلط ثابت کر دیا۔ لیکن اس کی بجائے وُہ سازش کا الزام لگاتے ہیں۔ اور یہ جانتے ہوُئے لگاتے ہیں۔ کہ سازش کا الزام ثابت ہو۔ یا نہ ہو۔ یہ ضرور ثابت ہو جائے گا۔ کہ یہ واقعہ اسی طرح وقوع پذیر ہوُا جس طرح قبل از وقت اس کا اعلان ہو چکا تھا۔ کیونکہ اگر اس طرح نہیں ہوُا۔ تو پھر سازش کا الزام لگانے کے کوئی معنی ہی نہیں ا[illegible] ہر شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ اگر اس قتل سے وُہ بات ہی پوری نہیں ہوتی۔ جو قبل از وقت کہی گئی تھی۔ تو پھر اس کے لئے کسی سازش کی ضرورت ہی کیا تھی۔

در اصل آریوں کا یہ الزام کوئی نیا نہیں۔ لیکھرام کے قتل ہونے کے وقت بھی انہوں نے یہی کہا تھا۔ اور اس لئے کہا تھا۔ کہ ان کے نزدیک حضرت مسیح موعوُد علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی یہ بات پوری ہو گئی تھی۔ "پنڈت اس عرصہ میں اور فلاں دن میں ایک دردناک حالت میں مریگا"

آریوں کا عذرِ خام

اب صاف ظاہر ہے۔ کہ آریوں کو نہ تو لیکھرام کے قتل کے وقت اور نہ اس کے بعد آج تک اس میں کوئی کلام ہے۔ کہ یہ قتل پیشگوئی کے مطابق ہوُا۔ ہاں وُہ کہتے ہیں۔ کہ "یہ قتل کئی ایک اشخاص کی مدت کی سوچی اور سمجھی ہوُئی اور پختہ سازش کا نتیجہ ہے" اب اگر ثابت کر دیا جائے کہ ان کا یہ الزام سراسر باطل اور بے بنیاد ہے۔ تو گویا آریوں کے خلاف خود آریوں کی ڈگری پُورے طور پر صادر ہو جاتی ہے۔ اور پھر یہ تسلیم کرنے میں ان کے پاس کوئی عذر نہیں رہ جاتا۔ کہ یہ واقعہ کسی انسانی سازش سے بالکل پاک ہے۔ اور محض حق وباطل میں فیصلہ کے لئے خدائی کی خاص قدرت کے ماتحت ظہور پذیر ہوُا ہے جس کے لئے خود لیکھرام نے بھی لکھا تھا۔ "اے پرمیشور ہم دونوں (حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور لیکھرام) میں سچا فیصلہ کر"

سازش کا ثبوت کیا ہے

یہ الزام اول تو اسی بات سے رد ہو جاتا ہے۔ کہ آریہ سوائے دعوے کے کوئی معمولی سے معمولی ثبوت بھی آج تک پیش کر سکے اور نہ آئندہ کبھی پیش کر سکتے ہیں۔ اگر ان کے پاس کوئی ثبوت تھا۔ تو انہوں نے کیوں نہ گورنمنٹ کے سامنے پیش کر دیا۔ جو بڑی سرگرمی سے لیکھرام کے قاتل اور اس کے ساتھ ساز باز رکھنے والوں کا سراغ لگانے میں مصروف تھی۔ اور جس نے آریوں کے شور وشر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکان کی تلاشی لینے سے بھی دریغ نہ کیا۔ جب ۸۔ اپریل ۱۸۹۷ء کو سپرنٹنڈنٹ پولیس تلاشی لینے کے بعد خالی ہاتھ واپس جا رہا تھا۔ تو کیوں نہ آریوں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ میں وُہ مواد دے دیا جس کی بنا پر انہوں نے سازش کا الزام لگایا تھا۔ اور اب تک لگاتے چلے جا رہے ہیں۔ گورنمنٹ کا اپنے تمام ذرائع سے کام لینے کے باوجود سازش کا شائبہ تک معلوم کرنے میں ناکام رہنا۔ اور آریوں کا بے حد چیخ وپکار اور شور وشر مچانے کے باوجود ناکامی اور نامرادی کا مونہہ دیکھنا اتنا سخت طمانچہ ہے۔ کہ اگر آریوں میں کچھ بھی شرم وحیا باقی ہوتی۔ تو پھر کبھی اس ناپاک الزام کا ذکر تک بھی زبان پر نہ لاتے۔ لیکن افسوس کہ وُہ اب تک اسے رٹتے چلے جا رہے ہیں جس سے اُن کی دیانت اور شرافت خوب اچھی طرح ظاہر ہو رہی ہے۔

سازش سے لیکھرام کی بات کیوں نہ پوری کر لی گئی

پھر اگر لیکھرام کو حضرت مرزا صاحب نے سازش کے ذریعہ اس لئے قتل کرا دیا۔ کہ آپ نے اس کے قتل ہونے کی پیشگوئی کی ہوئی تھی۔ تو [illegible] خود اور اس کے ساتھ تمام آریہ کیوں کسی قاتل سے حضرت مرزا صاحب کے متعلق سازش نہ کر سکے۔ تاکہ لیکھرام کی وہ بات [illegible] پوری ہو جاتی جو حضرت مرزا صاحب کے متعلق شائع کر رکھی تھی۔ اور جو [illegible] کلیات آریہ مسافر کے ۴۹۵ صفحہ پر ان الفاظ میں موجود ہے۔

"میں نے عرض کی کہ بار خدایا ایسے مکّار کو سزا کیوں نہیں دیتا جو بندگانِ ایزدی کو گمراہ کرتا ہے۔ فرمایا۔ ابھی اس کے پچھلے اعمال کا بدلہ باقی ہے۔ تین سال میں سزا دی جائے گی"۔

یہ تین سال گزر گئے۔ مگر لیکھرام کی بات پوری نہ ہوئی۔ اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے جو کچھ فرمایا تھا۔ اور جس کے متعلق قبل از وقت شایع کر دیا تھا۔ کہ

"اب آریوں کو چاہیئے۔ کہ سب مل کر دُعا کریں۔ کہ یہ عذاب ان کے اس وکیل (لیکھرام) سے ٹل جائے" وُہ پوری ہو کر رہی۔ اگر یہ سازش ہی تھی۔ تو بھی ثابت ہو گیا۔ کہ آریوں کا پرمیشور اپنے سچے دھرم کے وکیل کو انسانی سازش سے بچا نہ سکا ۔

مرشد اور مرید کا تعلق

مگر ذرا غور تو کرو۔ اگر اس بارے میں سازش کی جاتی۔ تو کسی مرید کے ذریعہ ہی کی جاتی۔ لیکن ایک معمولی سی عقل و سمجھ رکھنے والا انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ مریدوں کا اپنے مرشد کے ساتھ نہایت نازک تعلق ہوتا ہے۔ اور اس تعلق کی بنا تقوےٰ و طہارت اور نیکوکاری پر ہوتی ہے۔ لیکن ایک ایسا مرشد جو کسی کی موت کی جھوٹی پیشگوئی اپنی طرف سے بنائے۔ اور جب اُس کی میعاد ختم ہونے پر آئے۔ تو کسی مرید کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہے۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال کر مجھے سچا ثابت کر کے دکھا کیا اس قابل ہو سکتا ہے۔ کہ اسے مرشد سمجھا جائے۔ اور اس سے تعلق رکھا جائے۔ قطعاً نہیں۔ ان حالات میں یہ خیال کرنا کہ حضرت مرزا صاحب نے کسی مرید سے سازش کر کے لیکھرام کو قتل کرایا۔ پرلے درجہ کی جہالت ہی نہیں۔ بلکہ دیدہ دانستہ شرارت ہے ۔

سازشی قاتل کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا اعلان

پھر اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے۔ کہ کوئی ایسا مرید ہو سکتا ہے جو یہ جانتے ہوئے کہ اس کے مرشد نے ایک ایسا جھوٹ بولا جسے سچ ثابت کرنے کے لئے اسے ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ اس بات کے لئے تیار ہو جائے۔ تو وُہ قطعاً اپنے خلاف اسی مرشد کے مونہہ سے ایک لفظ بھی سُننے کے لئے تیار نہ ہو گا۔ اور مرشد بھی یہ سمجھیگا۔ کہ جس شخص نے ایسے اڑے وقت میں میری مدد کی۔ اور دیدہ دانستہ میری دروغگوئی کو راست گوئی ثابت کرنے کے لئے اپنے آپ کو نہایت خطرناک گڑھے میں گرایا کوئی ایسی بات اس کے متعلق نہ کہی جائے۔ جو اسے ناگوار ہو۔ بلکہ ہر طرح اس کی دلداری کی کوشش کرے گا۔ لیکن کیا آریہ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے ایسا کیا۔ قطعاً نہیں۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں ہم یہ دکھا سکتے ہیں۔ کہ آپ نے اس شخص کے متعلق جسے سازش کا آلۂ کار بتایا جاتا تھا۔ یہاں تک لکھا۔ اور بذریعہ عام اشتہار شایع کیا:۔

"کہاں ہے کوئی ایسا پلید اور لعنتی ہمارا مرید جس کا یہ دعوےٰ ہو۔ کہ ہم نے اس کو لیکھرام کے قتل کے لئے مامور کیا تھا۔ ہم ایسے مرشد کو اور ساتھ ہی ایسے مرید کو کتوں سے بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں۔ کہ جو اپنے گھر سے پیشگوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے اپنے مکر سے۔ اپنے فریب سے ان کے پورے ہونے کے لئے کوشش کرے۔ اور کرا دے"۔

یہ اعلان اس وقت کیا گیا۔ جب نہ صرف حکومت بلکہ خود آریہ بڑے زور شور سے قاتل کی تلاش میں معروف تھے۔ اور ہو سکتا تھا اگر یہ قتل کسی انسانی سازش اور منصوبہ کا نتیجہ ہوتا۔ تو قاتل گرفتار ہو جاتا۔ اور جب وُہ یہ دیکھتا۔ کہ جس کی خاطر اور جس کے کہنے پر میں اس آگ میں کودا۔ وُہی میرے خلاف انتہائی نفرت اور ناراضگی کا اظہار کر رہا ہے۔ تو میں کیوں نہ اسے بھی اپنے ساتھ لپیٹ لوں۔ اور اُسے بھی مزا چکھاؤں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ کیونکہ آپ جانتے تھے۔ کہ جو الزام آپ پر لگایا جا رہا ہے۔ وُہ سراسر باطل ہے۔ نہ آپ نے کسی سے سازش کی۔ اور نہ لیکھرام کسی سازش سے قتل ہوا۔ اس پر تو اس ہستی کی طرف سے غضب نازل ہوا ہے۔ جو انسانی سازشوں اور منصوبوں کی قطعاً محتاج نہیں۔ اور جس نے نہ ایک ہفتہ نہ ایک مہینہ نہ ایک سال نہ دو سال بلکہ پورے چھ سال قبل حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ بتا دیا تھا۔ کہ ایسا ہو گا ۔

سازش کا الزام لگانے والوں سے قسم کا مطالبہ

اگرچہ حضرت مرزا صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ سے آریوں کے اس الزام کی۔ کہ آپ نے کسی مرید کے ذریعہ سازش کر کے پنڈت لیکھرام کو قتل کرا دیا ہے۔ نہایت صفائی کے ساتھ تردید ہو جاتی ہے۔ اور کوئی عقلمند ایک لمحہ کے لئے اس الزام میں حقیقت کا ایک شائبہ بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ تاہم چونکہ آپ جانتے تھے۔ کہ آریہ اس وقت شدت غیظ و غضب کی وجہ سے ان عقلی دلائل پر ٹھنڈے دل کے ساتھ غور نہیں کریں گے۔ اس لئے آپ نے آریوں کے اس الزام کے سچے۔ یا جھوٹے ہونے کا پتہ لگانے کا مندرجہ ذیل طریق بھی پیش کر دیا:۔

"اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دُور نہیں ہو سکتا۔ اور مجھے اس قتل کی سازش میں شریک سمجھتا ہے۔ جیسا کہ ہندو اخباروں نے ظاہر کیا ہے۔ تو میں ایک نیک صلاح دیتا ہوں۔ کہ جس سے یہ سارا قصہ فیصلہ ہو جائے۔ اور وُہ یہ ہے۔ کہ ایسا شخص میرے سامنے قسم کھائے جس کے الفاظ یہ ہوں۔ کہ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ یہ شخص سازشِ قتل میں شریک یا اس کے حکم سے واقعہ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں ہے۔ تو اے قادر خدا ایک برس کے اندر مجھ پر وُہ عذاب نازل کر۔ جو ہیبت ناک عذاب ہو۔ مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو۔ اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصوّر ہو سکے۔ پس اگر یہ شخص ایک برس تک میری بددعا سے بچ گیا۔ تو میں مجرم ہوں اور اس سزا کے لائق کہ جو ایک قاتل کے لئے ہونی چاہیئے۔ اب اگر کوئی بہادر کلیجہ والا آریہ ہے۔ جو اس طور سے تمام دُنیا کو شبہات سے چھڑا دے۔ تو اس طریقہ کو اختیار کرے۔ یہ طریق نہایت سادہ اور راستی کا فیصلہ ہے۔ شاید اس طریق سے ہمارے مخالف مولویوں کو بھی فائدہ پہنچے۔ میں نے سچے دل سے یہ لکھا ہے۔ مگر یہ یاد رہے۔ کہ ایسی آزمائش کرنے والا خود قادیان میں آئے۔ اس کا کرایہ میرے ذمہ ہو گا۔ جانبین کی تحریرات چھپ جائینگی۔ اگر خدا نے اس کو ایسے عذاب سے ہلاک نہ کیا جس میں انسان کے ہاتھوں کی آمیزش نہ ہو۔ تو میں کاذب ٹھہروں گا۔ اور تمام دنیا گواہ رہے۔ کہ اس صورت میں اُسی سزا کے لائق ٹھہروں گا۔ جو مجرم قتل کو دینی چاہیئے میں اس جگہ سے دوسرے مقام پر نہیں جا سکتا۔ مقابلہ کرنے والے کو آپ آنا چاہیئے۔ مگر مقابلہ کرنے والا ایسا ایک شخص ہو۔ جو دل کا بہت بہادر اور جوان اور مضبوط ہو۔ اب بعد اس کے سخت بے حیائی ہو گی۔ کہ کوئی میرے پر ایسے ناپاک شبہات کرے۔ میں نے طریق فیصلہ آگے رکھ دیا ہے۔ اگر میں اس کے بعد روگردان ہو جاؤں۔ تو مجھ پر خدا کی لعنت اور اگر کوئی اعتراض کرنے والا بہتانوں سے باز نہ آئے۔ اور اس طریق فیصلہ سے طالبِ تحقیق نہ ہو۔ تو اُس پر لعنت"۔

یہ ایک ایسا طریق فیصلہ تھا۔ کہ اگر آریہ صاحبان حضرت مرزا صاحب پر پنڈت لیکھرام کے قتل کی سازش کا الزام لگانے میں ذرا بھی صداقت پر ہوتے اور انہیں اپنی بات پر کچھ بھی یقین ہوتا۔ تو ضرور اسے منظور کر لیتے۔ اور اس طرح کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ لیکن آریوں میں سے دو تین کے سوا کسی نے اسے منظور نہ کیا۔ اور جنہوں نے منظور کیا۔ انہوں نے بھی آنوں بہانوں سے ٹال دیا ۔

اوپر ہم بتا چکے ہیں۔ کہ وُہ اعتراض جو آریہ اخبارات حضرت مرزا صاحب کی ذات والا صفات پر ابھی تک کرتے آ رہے ہیں۔ کوئی نیا اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ پنڈت لیکھرام کے قتل کے وقوع میں آنے پر بھی بڑے زور شور کے ساتھ کیا گیا تھا۔ لیکن جب اس کا ثبوت دینے کے لئے آریوں کو بلایا گیا۔ تو نہ صرف وُہ کوئی ثبوت ہی پیش نہ کر سکے۔ بلکہ ان میں سے کوئی ایک شخص بھی باوجود معقول انعام رکھنے کے اس الزام کو قسم کھا کر بیان کرنے کے لئے تیار نہ ہو سکا۔ جو الزام لگانے والوں کے جھوٹے اور حضرت مرزا صاحب کے اس سے پاک ہونے کا اتنا بڑا ثبوت تھا۔ کہ اس کے بعد آریوں کو اس معاملہ میں بالکل خاموش ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن افسوس یہ لوگ حق پسندی سے ایسے متنفر نظر آتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اس الزام میں ان کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں ہے پھر بھی اس کے دوہرانے سے باز نہیں آتے۔ جس کی غرض سوائے ہماری دل آزاری کے اور کچھ نہیں ہو سکتی ۔

کیا آریہ اب تیار ہیں

چونکہ آریوں کی فطرت کا تقاضا یہی ہے۔ اس لئے اس بارے میں تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اگر اب بھی آریوں میں کوئی ایسا شخص ہو۔ جو سارے آریوں کا قائم مقام بن کر سازش کے الزام کے تصفیہ کے متعلق حضرت مرزا صاحب کے پیش فرمودہ طریق پر فیصلہ کرنا چاہے۔ تو سامنے آئے۔ خدا تعالیٰ اب بھی اپنے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ظاہر کر دے گا ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

قومی نقائص اور کمزوریاں

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۷ فروری ۱۹۳۱ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

دنیا میں

نقائص

ہمیشہ دو۲ قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ ایک فردی نقائص ہوتے ہیں اور ایک قومی نقائص۔ اسی طرح

خوبیاں

بھی دو۲ قسم کی ہوا کرتی ہیں۔ ایک فردی خوبیاں ہوتی ہیں۔ اور ایک قومی خوبیاں۔ یعنی ایک تو ایسی خوبیاں ہوتی ہیں۔ جو من حیث القوم کسی قوم میں نہیں ہوتیں۔ گو بعض افراد اپنی طبیعت کے لحاظ سے یا اپنی کوشش اور علم کے لحاظ سے ان خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض نقائص ایسے ہوتے ہیں۔ جو قومی لحاظ سے تو کسی خاص قوم سے وابستہ نہیں ہوتے۔ مگر بعض افراد میں وہ نقائص پائے جاتے ہیں۔ ایسے نقائص کا موجب کوئی ایک سبب نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر ایک شخص کے لئے علیحدہ علیحدہ اسباب اور علیحدہ علیحدہ موجبات ہوتے ہیں۔ کیونکہ

بدی یا خوبی

اپنے ماحول کے اثرات کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی بیج بغیر زمین کے نہیں اگ سکتا۔ اسی طرح کوئی نیکی یا بدی بغیر کسی ماحول کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ ارد گرد کے اثرات جب تک کسی نیکی یا بدی کے لئے خاص زمین تیار نہ کر دیں۔ اس وقت تک وہ نیکی یا بدی نشوونما نہیں پا سکتی۔ لیکن آگے

ماحول بھی دو۲ قسم

کے ہوتے ہیں۔ ایک تو ایسا ماحول یعنی اثر ڈالنے والے ایسے سامان ہوتے ہیں۔ جو خاص اس فرد سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے بعض دفعہ کوئی چیز خاص شہروں کی مخصوص زمینوں میں اگتی ہے۔ وہ چیز ملک کے لحاظ سے پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ خاص قطعہ کی خاص زمین کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جیسے

ہندوستان میں زعفران

پیدا ہوتا ہے۔ مگر یہ تمام ہندوستان میں نہیں پیدا ہوتا۔ بلکہ خطہ کشمیر میں پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر سارے کشمیر میں نہیں پیدا ہوتا۔ بلکہ وہاں صرف دو۲ سو گھماؤں کے قریب ایک زمین کا قطعہ ہے۔ جس میں زعفران پیدا ہوتا ہے۔ ایسی خوبیاں جو بھی ہوں۔ ہم کہیں گے۔ کہ یہ

جزدی خوبیاں

ہیں۔ اسی طرح بعض انسانوں میں بھی جزدی خوبیاں یا جزدی نقائص پائے جاتے ہیں۔ پھر بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں۔ جو سارے ملک سے تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً گیہوں ہے۔ یہ ہندوستان کے ساتھ بحیثیت ملک تعلق رکھتی ہے قریباً ہندوستان کے ہر علاقہ میں گیہوں پیدا ہوتی ہے۔ یا آم ہیں۔ قریباً ہندوستان کے ہر علاقے میں آم پیدا ہوتے ہیں۔ بہت کم ایسے علاقے ملیں گے۔ جہاں آم نہیں ہوگا۔ پس تمام نیکیاں اور بدیاں دو۲ قسم کی ہیں ایک وہ جو افراد سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ایک وہ جو کسی قوم سے تعلق رکھتی ہیں۔ افراد کی بدیاں تو افراد کی اصلاح سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی وہ افراد جن میں بدیاں ہوں۔ اگر کوشش کریں۔ تو اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔ یا اگر وہ کوشش کریں۔ تو ان کی فردی نیکیاں بڑھ جائیں گی۔ لیکن جو قومی اثرات کے ماتحت بدیاں یا نیکیاں پیدا ہوں۔ ان میں کسی ایک فرد کی کوشش کارآمد ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ فرد بہرحال کُل سے نکلے گا۔ اور جو خرابی کُل میں ہوگی۔ اس سے وہ بھی اثر پذیر ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص زہر کھالے۔ تو یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ زہر اس کے ہاتھ یا پاؤں یا دماغ یا دوسرے اعضاء پر اثر نہ کرے۔ کیونکہ زہر جب بھی جسم میں داخل ہوگا۔ تو وہ سارے اعضاء میں تقسیم ہو جائے گا۔ یا اسی طرح ہم غذا کھاتے ہیں۔ گوشت کھائیں یا چاول یا پھل استعمال کریں۔ اس طرح جو طاقت حاصل ہوگی۔ وہ سارے جسم میں پھیل جائے گی۔ دل بھی اس سے حصہ لے گا۔ دماغ بھی حصہ لے گا ہاتھ پاؤں کھال اور معدہ سب اس غذا سے حصہ لیں گے۔ کیونکہ انسانی جسم کے تمام اعضاء افراد ہیں کُل کے۔ اس لئے وہ اعضاء نیکی میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ اور بدی میں بھی۔ غذا کا بھی اثر قبول کرتے ہیں۔ اور زہر کا بھی۔ اسی طرح جو نیکی یا بدی قومی طور پر پیدا ہو۔ وہ ساری قوم پر اثر ڈالتی ہے۔ پس جو قومی نیکیاں یا بدیاں ہوں۔ ان کا مقابلہ ایک حصہ بدن یعنی کوئی خاص فرد نہیں کر سکتا۔ نہ بدیوں کو دور کر سکتا ہے۔ اور نہ نیکیوں کو وسیع طور پر پھیلا سکتا ہے۔ کیونکہ کُل کا اثر جزو پر ضرور پڑتا ہے۔ سوائے اس کے۔ کہ کوئی حصہ نکما یا بیمار ہو جائے اور اس وجہ سے وہ نیچے تک سے پورے طور پر فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ تو یہ اس کی جزدی خصوصیت ہو جائیگی مثلاً عمدہ زمین میں اگر عمدہ بیج ڈالا جائے۔ تو ضرور اعلیٰ پھل پیدا ہوگا لیکن اگر کسی بیج میں نقص ہو جائے۔ تو عمدہ زمین میں بھی نہیں اگ سکے گا۔ اور باقی اگ آئیں گے۔ یہ اس کا فردی نقص ہوگا۔ قومی نہیں ہوگا۔ اور ہم کہیں گے کہ فلاں بیج میں نقص ہو گیا ہے۔ کھیت میں نقص نہیں۔ نہ سارے بیج میں نقص ہے۔ مگر یہ ایک استثنائی صورت ہے۔ قاعدہ کلیہ دنیا میں یہی ہے کہ اگر کُل کو فائدہ ہو۔ تو جزو بھی فائدہ حاصل کرے گا۔ اور اگر کُل کو نقصان پہنچے تو جزو بھی نقصان میں شریک ہوگا۔

افراد کی بدیاں

تو افراد سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اور ہر شخص کی علیحدہ علیحدہ تشخیص ہوتی ضروری ہوتی ہے۔ مگر قومی بدیوں کے لئے تمام قوم کو غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ساری قوم کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ وہ ان کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ اگر بحیثیت قوم وہ ان بدیوں کے مقابلہ کے لئے کھڑا نہ ہو۔ یا ان بدیوں کا علاج کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ تو بحیثیت قوم اس میں بہت سے گناہ اور نقائص پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اگر وہ نقائص مہلک ہوں۔ تو ایک وقت [illegible] ہیں۔ پس جہاں یہ ضروری ہے۔ کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے نفس کی کمزوریوں کو دیکھے۔ وہاں یہ بھی ضروری ہے۔ کہ ہم

بحیثیت قوم

بھی اپنی کمزوریوں کو دیکھیں۔ اور جو بحیثیت قوم ہم میں کمزوریاں پائی جاتی ہیں ان کا علاج اور تدارک مشترکہ طور پر کریں۔ کیونکہ بغیر مشترکہ طور پر علاج کرنے کے ہم کسی اور طریق سے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جیسے دریا میں جب سیلاب آتا ہے۔ تو کوئی ایک زمیندار اسے نہیں روک سکتا۔ بلکہ اسے روکنے کے لئے گورنمنٹ کی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو مجموعہ افراد کا نام ہے۔

گورنمنٹ کس چیز کا نام ہے

اسی کا کہ سارے [illegible] کا تجویز کردہ ایک مجموعہ ہوتا ہے۔ جسے گورنمنٹ کہا جاتا ہے۔ جب تک گورنمنٹ سیلاب کے روکنے میں امداد نہیں دیتی۔ اس وقت تک وہ رک نہیں سکتا۔ اسی طرح جو بدیاں مجموعہ افراد سے پیدا ہوتی

ہیں۔ اور قومی بدیاں کہلاتی ہیں۔ جب تک تمام لوگ بحیثیت قوم ان کے ازالہ کی کوشش نہ کریں۔ اس وقت تک ان کا استیصال نہیں ہو سکتا

میں چاہتا ہوں۔ کہ

ایک سلسلہ خطبات

کے ذریعہ قومی بدیوں پر کچھ بیان کروں۔ اور ایسے رنگ میں بیان کروں جس سے عملی پہلو اختیار کرنے کا جماعت کے احباب کو موقعہ مل سکے یہ تو کسی انسان کے اختیار میں نہیں۔ کہ اپنی باتوں پر عمل کرا سکے کیونکہ ہر شخص کا اپنا اختیار ہوتا ہے۔ جس بات پر چاہے عمل کرے اور جس پر چاہے نہ کرے۔ لیکن اگر پورے طور پر کوئی بات ذہن نشین ہو جائے تو بسا اوقات انسان ہمت کر کے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور کچھ کر دکھاتا ہے لیکن اگر بات ہی ذہن نشین نہ ہو۔ تو کچھ نہیں کر سکتا۔

میرے نزدیک احمدیہ جماعت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں

چار پہلوؤں سے

قومی بدیوں پر غور کرنا چاہیئے۔ وہ چار ذرائع ایسے ہیں۔ جن کے ذریعہ ہم قومی امراض کی تشخیص کر سکتے ہیں

پہلا ذریعہ

وہ تعلیمات ہوتی ہیں۔ جو کسی قوم میں جاری ہوں۔ اور جن پر عمل کرنا ہر شخص اپنا فرض سمجھتا ہو۔ چونکہ ہر شخص [illegible] کرتا ہے۔ اس لئے اگر وہ باتیں بری ہوں۔ یا ان سے بد نتائج نکل سکتے ہوں۔ تو ہر شخص اس برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثلاً

ہندو قوم کی تعلیمات

میں اگر کوئی نقص ہو۔ تو لازمی طور پر ان کی تمدنی و معاشرتی زندگی میں بھی اس سے برے نتائج رونما ہوں گے۔ کیونکہ جب ہر شخص کو وہ عقائد رکھنے ضروری ہیں۔ تو لازماً اگر ان عقائد کے بد نتائج پیدا ہو سکتے ہوں تو قوم کا ہر فرد اس کے برے نتیجہ میں گرفتار ہو جائیگا

[illegible] مسلمان قرآن مجید کو خدا تعالیٰ کا نازل کردہ کلام سمجھتا ہے وہ بہرحال یہ بھی سمجھتا ہے۔ کہ قرآن میں

کسی قسم کا نقص

نہیں۔ اور اس کی کوئی تعلیم ایسی نہیں۔ جو برے نتائج پیدا کر سکے۔ یا جن کی وجہ سے کوئی بدی پیدا ہو جائے۔ کیونکہ جب تعلیم بالکل بے عیب ہے، تو اس کا برا نتیجہ کیونکر نکل سکتا ہے۔ اور مسلمانوں میں برائی کہاں سے آ سکتی ہے۔ یہ ایک سوال ہے۔ جو طبعاً ہر شخص کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ اور ہونا چاہیئے۔ لیکن اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ اگرچہ قرآن میں، تو کوئی نقص نہیں۔ مگر ایک بات ہے، جسے ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہو سکتا ہے

قرآن کے سمجھنے میں

نقص پیدا ہو جائے۔ پس اگرچہ قرآن میں تو کوئی نقص نہیں۔ لیکن جب اس کے سمجھنے میں نقص پیدا ہو جائے۔ تو یہ [illegible] تمام قوم کو متاثر کر دے گا۔ اگر

قرآن مجید کے مطالب

سمجھنے میں بزرگوں نے بعض غلطیاں کی ہوں۔ تو چونکہ دنیا اپنے بڑوں کے پیچھے پیچھے چلتی ہے۔ اس لئے لازماً ایسی غلطیاں ساری قوم میں رائج ہو جائیں گی۔ اور یہ فردی بدیاں نہیں کہلائینگی۔ بلکہ قومی بدیاں ہو جائینگی

ہماری جماعت چونکہ نئی جماعت ہے۔ اور اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قائم کیا ہے۔ اس لئے

پرانی روایات

کا اگرچہ ہم پہ کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ لیکن پھر بھی ہماری جماعت اس سے پورے طور پر محفوظ نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ اس میں کثرت انہی لوگوں کی ہے جو پہلوں سے نکل کر آئی ہے۔ یا ایسی اولادیں ہیں۔ جو اپنے پرانے رشتہ داروں کے اندر رہتی۔ اور اس طرح ان سے اثر قبول کرتی ہیں۔ پس اگر ہم اپنی قومی بدیاں دیکھنا چاہئیں۔ تو اس کا بھی یہی ذریعہ ہے۔ کہ غیر احمدیوں میں جو قومی نقائص ہیں۔ ہم ان پر غور کریں۔ اور دیکھیں۔ کہ کیا ہم میں بھی تو وہی نقائص پیدا نہیں ہو رہے۔ کیونکہ بیشتر حصہ ہماری جماعت میں انہی میں سے آیا ہے۔ اور اگرچہ وہ احمدیت میں داخل ہو کر بدل گئے۔ مگر چونکہ ایسے نقائص عادت کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جلدی نہیں چھوٹ سکتے۔ پس ایک تو ہمیں یہ دیکھنا ہوگا۔ کہ دوسروں میں کون کون سی قومی بدیاں ہیں۔ اگر انہیں دیکھ کر ہم اپنی تشخیص کریں گے۔ تو ہمارے لئے بہت ہی آسانی پیدا ہو جائے گی۔ دوسری [illegible] اثر ڈالنے والی چیز

آب و ہوا

ہوتی ہے۔ یہ آب و ہوا ایک مسلمان ایک ہندو اور ایک عیسائی پر بالکل یکساں اثر کرتی ہے۔ اگر ملک کی آب و ہوا کی وجہ سے کوئی خاص قسم کا نقص پیدا ہوتا ہو۔ تو وہ سب پر یکساں اثر ڈالیگا۔ اور اس سے جو برائی پیدا ہوگی۔ وہ بھی قومی برائی کہلائیگی۔ فردی نہیں۔ پس ہمیں ایک یہ بھی دیکھنا ہوگا۔ کہ آیا ہندوستان کی آب و ہوا میں ایسے نقائص تو نہیں جو عام [illegible] من حیث القوم پائے جاتے ہوں۔ خواہ وہ [illegible] ہوں۔ یا ہندو یا سکھ یا دوسرے مذاہب والے۔ اگر ہم غور کریں گے۔ تو ایسے نقائص کا اثر اور رنگ بھی ہمیں اپنے اندر نظر آ جائے گا۔

تیسری چیز یہ ہوا کرتی ہے۔ کہ ہم دیکھیں! ہمارے ارد گرد جو دوسرے مذاہب بستے ہیں۔ علاوہ ملکی آب و ہوا کے۔ ان میں کون کون سے قومی نقائص ہیں۔ کیونکہ جس طرح ملک کی عام آب و ہوا سے قوم متاثر ہوتی ہے۔ اسی طرح اپنی

ہمسایہ اقوام اور مذاہب

سے بھی اثر قبول کرتی ہے۔ ہم روزانہ دیکھتے ہیں۔ والدین سچ بولنے والے ہوتے ہیں۔ مگر ان کا بچہ جھوٹ بولنے لگ جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ ہمسایہ لڑکوں سے جن کے ساتھ کھیلتا ہے۔ اثر لیتا ہے۔ اور گو اس کے ماں باپ سچ بولنے والے ہوتے ہیں۔ مگر ہمسایوں یا دوستوں اور ہمجولیوں کے بد اثرات کی وجہ سے وہ جھوٹ بولنے لگ جاتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر یہ بھی اسی بد عادت میں مبتلا ہو جاتا ہے جس میں دوسرے اس کے ہمسایہ یا دوست مبتلا ہوتے ہیں۔ پس جب ہمسائیگی کا بھی اثر پڑتا ہے۔ تو ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا۔ کہ بحیثیت قوم ہندوؤں میں یا بحیثیت قوم عیسائیوں میں یا بحیثیت قوم سکھوں میں جو ہندوستان میں رہتے ہیں کیا بدیاں ہیں۔ اور یہ کہ کیا ہم میں بھی ان کا اثر ہے یا نہیں۔ اور اگر ہم غور کریں گے۔ تو یقیناً ان کا اثر بھی ہمیں اپنے اندر مل جائے گا

چوتھی بات یہ ہوا کرتی ہے۔ کہ کسی قوم میں اپنے

مخصوص حالات

کی وجہ سے کوئی نقص پیدا ہو جائے۔ ہر قوم کے اپنے اپنے مخصوص حالات ہوتے ہیں۔ جن کے ماتحت اس میں بعض نیکیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور بعض کمزوریاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اس کی موٹی مثال میں اپنی جماعت کی پیش کرتا ہوں۔

ہماری جماعت خدا تعالےٰ کے فضل سے ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے اور اللہ تعالےٰ نے دور دور کے لوگوں کے قلوب کو فتح کر لیا ہے۔ ادھر ہماری جماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ کبھی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ اور چونکہ احمدی ایک ایک دو دو اکثر مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ اس لئے من حیث القوم احمدیوں میں یہ بات پیدا ہو گئی ہے۔ کہ وہ

گھر میں نماز

پڑھ لیتے ہیں۔ اب ان میں یہ نقص پیدا ہو گیا ہے۔ کہ وہ گھروں میں نماز پڑھنے کی طرف بہت جلد راغب ہو جاتے ہیں۔ یہ اس لئے پیدا ہوا۔ کہ چونکہ اکثر جگہ احمدیوں کی اپنی مسجدیں نہیں۔ اور جہاں ایک ایک دو دو احمدی ہیں۔ وہ اگر غیر احمدیوں کی مسجدوں میں نماز پڑھنے جائیں تو انہیں تنگ کیا جاتا اور مارا پیٹا جاتا ہے۔ اس لئے وہ گھروں میں نماز پڑھتے رہے۔ اپنی کوتاہی اور سستی کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ حالات کی وجہ سے۔ مگر اب ان میں نقص پیدا ہو گیا ہے۔ کہ وہ عموماً فرضی نمازیں بھی گھروں پر پڑھ لیتے ہیں۔ اور جہاں جہاں مسجدیں بن گئی ہیں۔ وہاں ان مساجد میں نماز پڑھنے کے لئے لوگ تھوڑے آتے ہیں۔ ہماری جماعت کے دوستوں میں دین کے لئے جوش بھی ہوگا۔ اخلاص بھی ہوگا محبت بھی ہوگی۔ مگر نمازیں گھروں میں پڑھیں گے۔ اس کے مقابلہ پر ایک غیر احمدی چاہے۔ اس کی نماز ظاہر داری کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ اور خواہ اس کی نماز پریشان خیالات کا مجموعہ ہی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ

مسجد میں نماز

کے لئے جائے گا۔ [illegible] نماز پڑھتے وقت بے شک اتنے خشوع اور خضوع سے نماز نہ پڑھیں گے۔ کہ ان کی گھگھی بندھ جائیگی اور رو رو کر اپنی سجدہ گاہ تر کر دیں گے۔ مگر جو نماز پڑھیں گے۔ تو گھروں میں۔ یہ نقص ہے۔ جو مخصوص حالات کی وجہ سے ہماری جماعت میں پیدا ہو گیا ہے

یہ چار ذرائع ہیں جن کی وجہ سے کسی قوم میں بدیاں پھیلتی ہیں

پس ہمیں ان چاروں کے ماتحت غور کرنا چاہیئے۔ کہ کون کون سی بدیاں ان سے پیدا ہو سکتی ہیں۔ اور پھر ہمیں اپنی قوم کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ اس کی کیا حالت ہے۔ اگر وہ بدیاں ہمیں اپنے اندر نہ بھی ملیں۔ تب بھی ہمیں اپنے بچاؤ کا سامان کرنا چاہیئے۔ اور ایسے ذرائع سوچنے چاہئیں۔ جن کے ماتحت ایسی بدیاں ہم میں داخل ہی نہ ہو سکیں عقلمند کا کام یہ ہوتا ہے۔ کہ حفظ ماتقدم کرتا ہے۔ مثلاً انفلوانزا جب آتا ہے۔ تو ہم پہلے سے ہی اس کے لئے

حفظ ماتقدم کی تدابیر

اختیار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ نہیں۔ کہ ہم اسوقت کا انتظار کریں۔ جب ہمیں زکام لگ جائے۔ اور چھینکیں آنی شروع ہو جائیں۔ یا مثلاً جب طاعون پھیلتی ہے۔ تو ہم گلٹی کے نکلنے کا انتظار نہیں کرتے۔ بلکہ ابھی ہماری غدودیں بھی نہیں پھولتیں۔ اور کوئی بھی اثر ہمارے جسم پر نہیں ہوتا۔ کہ ہم شہر سے باہر کھلی ہوا میں چلے جاتے ہیں۔ اور اگر ہم انتظار کریں۔ کہ پہلے غدودیں پھول لیں۔ پھر ہم علاج کرینگے۔ تو یقیناً اس وقت کا علاج کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسان کا بچنا محال ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایسا انسان بیماری کو آپ بلاتا اور موت کو خود دعوت دیتا ہے۔ پس ضروری ہے۔ کہ ہماری نظر وسیع ہو اور ہم دیکھیں۔ کہ کوئی بیماری ہم میں نہیں۔ یا ہمارے ملک میں تو نہیں۔ اور اگر ہمارے ملک میں وہ بدی موجود ہو۔ تب بھی ضروری ہوگا۔ کہ ہم اس کے ازالہ اور مقابلہ کے لئے طیار ہو جائیں۔ کیونکہ اگر ہم ایسا کرینگے تو ایسی قومی بدیوں سے ہم دوسروں سے زیادہ محفوظ رہیں گے۔ جس طرح وبا کے ایام میں جو اشخاص حفاظتِ نفس کے لئے تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ وہ نسبتاً دوسروں کے مقابلہ میں وبا کا بہت کم شکار ہوتے ہیں۔ میں نے بتایا ہے۔ سب سے پہلی چیز جو انسان پر اثر کرتی ہے۔ وہ اس کا منبع ہوتا ہے جسمانی لحاظ سے

ہمارا منبع

وہ فرق ہیں۔ جو اگرچہ اسلام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ مگر عقائد اور اعمال کے لحاظ سے اسلام میں بہت کچھ تبدیلی کر چکے ہیں۔ ہمیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ انہوں نے کہاں کہاں ٹھوکر کھائی۔ اور پھر اُس کے قومی لحاظ سے کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوئے۔ تا ہم اپنے آپ کو ان بدیوں سے محفوظ رکھ سکیں۔ اس وقت میں اُن تمام باتوں میں سے

صرف ایک بات

بیان کرتا ہوں۔ مسلمانوں کو کتاب تو قرآن جیسی کامل ملی تھی مگر بدبختی سے ایسی غلطیاں ان میں پیدا ہو گئیں۔ جن کی وجہ سے ان میں مخصوص امراض کا پیدا ہو جانا لازمی امر تھا۔ چنانچہ پہلی چیز جو قومی بدی پیدا کرنے کا باعث ہوئی۔ وہ مسلمانوں کا یہ یقین تھا۔ کہ

قرآن نہایت مکمل کتاب ہے

اور اس میں ان تمام باتوں کا بالتفصیل ذکر موجود ہے۔ جو اوّل سے آخر تک انسانوں کی ہدایت کا موجب ہیں۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں نے قرآن کی ایک مسلمہ خوبی کو عیب بتایا ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ دراصل یہ ہے تو خوبی مگر اس کے غلط طور پر سمجھنے کی وجہ سے مسلمانوں میں بہت بڑا عیب پیدا ہو گیا۔ اس میں تو کوئی شبہ نہیں۔ کہ قرآن کامل کتاب ہے۔ اور اس میں بھی شبہ نہیں۔ کہ قیامت تک کے لئے یہی ہدایت نامہ ہے۔ جس میں تمام اعلیٰ تعلیمیں جمع کر دی گئی ہیں۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ جو

انسانی دماغ کا خالق

ہے۔ وہ یہ جانتا تھا۔ کہ دماغ کی یہ خاصیت ہے۔ کہ اگر اسے سوچنے کی عادت نہ ڈالی جائے۔ تو یہ مُردہ ہو جاتا ہے۔ اور اس میں ترقی کرنے والی کیفیت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے گو قرآن کو اس نے کامل بنایا۔ مگر ہر حکم جو دیا۔ اس کا ایک حصہ انسان کے دماغ کے لئے چھوڑ دیا۔ کچھ اصول بتائے اور کچھ فروع۔ اور بعض جگہ فروع کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ تا انسان انہیں خود تلاش کرے۔ اور تا انسانی دماغ ناکارہ نہ ہو جائے۔ اسی لئے قرآن مجید ایسی عبارت اور ایسے الفاظ میں نازل کیا گیا۔ کہ ان پر جتنا زیادہ غور کرو۔ اتنے ہی زیادہ معارف پر اطلاع ہوتی ہے۔ ورنہ اگر سب کو یکساں فائدہ پہنچانا مدنظر ہوتا۔ تو مضمون ایسا کھلا ہوتا۔ کہ ہر شخص خواہ وہ غور کرتا یا نہ۔ ان مضامین سے آگاہ ہو جاتا۔ مگر

قرآن مجید کے مضامین

اتنے گہرے اور باریک ہیں۔ کہ کوئی دوسری کتاب اس خصوص میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ اس سے منشاء الٰہی یہی ہے۔ کہ انسانی دماغ معطل اور بیکار نہ ہو۔ بلکہ وہ سوچے اور غور کرے۔ تاکہ اس کا نشوونما ہوتا رہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب مسلمانوں نے بار بار چھوٹے چھوٹے مسائل دریافت کرنے شروع کئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ایھا الذین اٰمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم۔ اے ایمان والو ایسی باتیں کبھی دریافت نہ کرو جو تمہیں اگر بتلا دی جائیں۔ تو تم دُکھوں میں پڑ جاؤ۔ ہم نے کئی مسائل جان بوجھ کر بھی چھوڑ دیئے ہیں۔ کیونکہ اگر ہر بات ہم بیان کر دیں۔ تو تم

دُکھ میں مبتلاء

ہو جاؤ گے۔ اب خدا تعالیٰ کا تو کوئی حکم ایسا نہیں ہو سکتا۔ جو انسان کو تکلیف میں ڈالدے۔ اور اس کے لئے دُکھ کا موجب ہو۔ اگر واقعی کوئی حکم نقصان رساں ہے۔ تو پھر وہ خدا کا حکم نہیں کہلا سکتا۔ پس اس آیت کا یہ مطلب نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ اگر کوئی بات بتاتا۔ تو وہ دُکھ کا باعث ہو جاتی۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر ہم تمام تفاصیل بیان کر دیں۔ تو تمہارا دماغ ناکارہ ہو جائیگا۔ اور اس کا ارتقاء رک جائیگا۔ اور یہ تمہارے لئے دُکھ کی بات ہوگی۔ ورنہ مسلمان تو ایک منٹ کے لئے بھی یہ تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ خدا تعالیٰ کا کوئی حکم ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ جو دُکھ کا موجب ہو۔ اس کا تو ہر حکم

خیر اور برکت

کا ہی موجب ہے۔ مگر دماغوں کا تعطل سب سے بڑی نحوست ہے۔ اور یہی نحوست واقع ہو جاتی۔ اگر تمام تفاصیل اور باریکیاں بھی خدا تعالیٰ خود بیان کر دیتا۔ پس اللہ تعالےٰ کے اس حکم کو کہ قرآن کامل کتاب ہے مسلمانوں نے نہ سمجھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب تک یہ حکمت انکے سامنے رہی۔ کہ قرآن نہایت وسیع مطالب رکھتا ہے۔ اس وقت تک قرآن کی قابلیتیں بڑھتی گئیں۔ مگر جب ان میں یہ غلطی پیدا ہو گئی۔ کہ اس کاملیت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ قرآن کے معارف میں ترقی نہیں ہو سکتی۔ اور اس سے نئے نئے علوم نکالے نہیں جا سکتے۔ تو انہوں نے فیصلہ کر لیا۔ کہ پچھلے بزرگوں نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا تو انکار نہیں ہو سکتا۔ وہ تو جو کچھ قرآن کے معارف لکھ گئے سو لکھ گئے۔ مگر آگے کسی کا حق نہیں۔ کہ قرآن سے

نئے نئے معارف

نکال کر لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ کیونکہ یہ کامل کتاب ہے۔ اور اس نے آپ ہی [illegible] بیان کر دیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ تو مشکل تھا۔ کہ پہلوں کو غلطی خوردہ کہتے۔ اس لئے انہوں نے کہا۔ کہ پہلوں نے تو جو کچھ لکھا۔ وہ ٹھیک لکھا۔ ان کا حق تھا۔ کہ وہ لکھتے۔ مگر آگے کسی کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا۔ حالانکہ قرآن میں اگر واقعی

نئے نئے علوم

ہیں۔ تو پھر اگر پہلوں کا حق تھا۔ کہ وہ قرآن کے نئے مطالب بیان کریں۔ تو ہمارا کیوں حق نہیں۔ اور اگر قرآن صرف کا کلام نہیں۔ اور اس سے نئے نئے معارف ہم نہیں نکال سکتے۔ تو نئے معنے کرنے پر جیسے ہم مجرم ہیں۔ ویسے ہی پہلے بھی مجرم ہیں۔ کیا وجہ ہے۔ کہ میں اگر قرآن سے کوئی نئی بات نکالوں۔ تو گناہ ہو جائے۔ اور اگر ابن عباسؓ قرآن کی کسی آیت کے نئے معنے کریں۔ تو کہا جائے سبحان اللہ۔ رسول اللہ کے بھتیجے نے کیسے اچھے معنے کئے۔ آج اگر زید قرآن سے کوئی نئی بات نکالے۔ تو وہ تو مجرم۔ اور واجب القتل شمار کیا جائے۔ لیکن اگر رازی اس قسم کے مطالب بیان کریں۔ تو انہیں امام تسلیم کیا جائے۔ اگر قرآن مجید سے نئے معارف نکل سکتے ہیں۔ تو جیسے ان کا حق تھا۔ کہ وہ نکالیں۔ ویسے ہی ہمارا بھی حق ہے۔ کہ ہم نکالیں۔ اور اگر نہیں نکل سکتے۔ تو پھر پہلے اور پچھلے دونوں مجرم ہیں۔ کسی کی بھی تعریف نہ کرو۔ غرض یہ بالکل

متضاد باتیں

ہیں۔ کہ ایک ہی منہ سے تو وہ قرآن کے نئے معارف بیان کرنے والوں کی تعریفیں کرتے ہیں۔ حضرت عباسؓ اور امام رازی کے مداح بنتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی اور قرآن سے اچھی باتیں نکالے۔ تو اسی منہ سے اسے ملزم ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ وہی حرکت پہلوں سے بھی ہوئی۔ پس یہ تضاد ہے۔ اور محض اس وجہ سے ہے۔ کہ بزرگوں کو جھٹلانا مشکل ہوتا ہے۔ ورنہ قرآن کے سیاق و سباق پر غور کرکے اگر مطالب بیان کرنے اور نئے نئے معارف نکالنے گناہ اور نقص ہے۔ تو سب اس میں شریک ہیں۔ پس اس خیال نے مسلمانوں کے

دماغوں کو معطل

کر دیا۔ اور ان کی ایسی حالت ہوگئی۔ کہ اگر کوئی قرآن سے نئی بات نکالے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ اس نے نعوذ باللہ قرآن کو خراب کر دیا۔ جب یہ بات مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوگئی۔ تو جس شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے۔ کہ روحانی ترقیات کا سلسلہ اب بند ہے۔ لازماً

جسمانی ترقیات

کے بند ہو جانے کا خیال بھی اسے پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو ساتویں صدی تک

مسلمانوں میں ایجاد کا سلسلہ

جاری رہا۔ مسلمانوں میں طب کے بھی ماہر نظر آتے ہیں۔ علم کیمیا کے بھی ماہر نظر آتے ہیں۔ ہیئت اور علم ہندسہ کے بھی ماہر نظر آتے ہیں۔ مگر اسی صدی میں جب یہ خیال غالب آجاتا ہے۔ کہ اب قرآن سے نئے معارف نکالنے گناہ ہیں۔ جو کچھ ضروری تھا۔ وہ سب بیان ہو چکا۔ تو دنیاوی ایجادات کا سلسلہ بھی رک جاتا ہے۔ نہ طب میں ترقی ہوتی ہے۔ نہ علم ہندسہ میں نہ الجبرا میں۔ نہ انجینیرنگ میں۔ معاً تمام علم اٹھ جاتا ہے۔ اور ساری باتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہ

عجیب بات

ہے۔ کہ ساتویں صدی تک ہی تفسیروں کی کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ اور جب یہ خیال دلوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ کہ اب نئی باتیں قرآن سے نکالنی گناہ ہیں۔ سب کچھ مٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب روحانی علوم کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اب ان میں ترقی نہیں ہو سکتی۔ تو جسمانی علوم میں بھی تنزل شروع ہو جاتا ہے۔

پس یہ ایک بدی ہے۔ اور قومی بدی ہے مسلمانوں میں کبھی یہ احساس نہیں دیکھو گے۔ کہ نئی ایجادات کی طرف توجہ کریں۔ بلکہ وہ پرانی چیزوں کو لے کر یوں چمٹے رہیں گے۔ کہ گویا ان چیزوں کی جدائی سے ان کی جان نکلتی ہے۔ پس اسی زمانہ سے جب سے مسلمانوں نے قرآن کے متعلق یہ خیال کر لیا۔ کہ اس سے نئی باتیں نہیں نکالی جا سکتیں۔ قوم کی ترقیات رک گئیں۔ اور علوم کا سلسلہ معدوم ہو گیا۔ جونہی مسلمانوں کی یہ حالت بدل جائے۔ ان کی باقی حالت بھی بدل جائے گی۔ اور وہ بھی

ترقیات کے میدان میں

پہلے کی طرح بڑھنے شروع ہو جائیں گے۔

عیسائیوں پر بھی ایک زمانہ ایسا آچکا ہے۔ جس میں وہ یہ خیال کرتے تھے۔ کہ جو ہمارے پہلے بزرگ لکھ چکے ہیں۔ وہی کافی ہے۔ اب ہمیں غور و فکر کی ضرورت نہیں۔ اور وہی زمانہ تھا۔ جس میں وہ ظاہری علوم کے لحاظ سے بھی گر گئے۔ پھر جب لوتھر وغیرہ ہوئے۔ تو انہوں نے کہا۔ ہمیں انجیل پر غور کرنا چاہیئے۔ پہلوں کی باتوں پر ہی بیٹھے نہیں رہنا چاہیئے اس دن سے ان میں ایجادیں شروع ہو گئیں۔

ہندو اقوام

میں دیکھ لو۔ جب سے ان میں مذہبی اصلاحیں شروع ہوئی ہیں۔ اسی وقت سے ان میں ترقی ہوئی ہے۔ ایک طرف برہمو سماجی پیدا ہو گئے۔ ایک طرف آریہ سماجی پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے ہندوؤں کے دماغ میں نشوونما پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس سے پہلے ہندوؤں کی دنیاوی ترقی رکی ہوئی تھی۔ مگر جب ایک طرف سے برہموؤں نے ان کی عقل کو تیز کیا۔ اور ایک طرف سے آریوں نے انہیں جگانا شروع کیا۔ تو معاً ان میں علوم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور ترقی کی طرف ان کا قدم اٹھنے لگا۔ پس قرآن سے توجہ ہٹا لینے کی وجہ سے اور یہ خیال کرنے کی وجہ سے کہ ہمیں اپنی عقل اور دماغ سے کام لینے کی ضرورت نہیں

مسلمان گر گئے

حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کتاب ملی اس میں یہ بار بار یہی دعا سکھائی گئی تھی کہ رب زدنی علماً۔ اے خدا میرا علم بڑھا۔ اے خدا میرا علم بڑھا۔ اے خدا میرا علم بڑھا۔ پس یہ نادانی تھی۔ جو مسلمانوں نے کی۔ اور جس کا برا نتیجہ بھی انہوں نے دیکھا۔ میں ابھی صرف اس اصل کو بیان کرتا ہوں۔ یہ امر کہ یہ نقص ہماری قوم میں ہے۔ یا نہیں۔ اسے میں کسی دوسرے وقت بیان کروں گا۔ مگر مسلمانوں میں یہ ایک بدی ہے اور قومی بدی ہے

چھ سو سال سے

مسلمان تباہ ہوتے چلے آرہے ہیں۔ ہر قسم کے علوم کی ترقیات مسلمانوں میں رک گئیں لطیفہ یہ کہ پہلے سات سالوں میں گانے کے علم میں بھی مسلمانوں میں ترقی نظر آتی ہے۔ اس علم پر بڑی بڑی کتابیں ملتی ہیں اور آج یورپ تسلیم کر رہا ہے۔ کہ ہمارا گانا مسلمانوں کی نقل ہے۔ لیکن جس دن انہوں نے قرآن سے بے توجہی کی اسی دن سے اس بات میں بھی گر گئے۔ حتیٰ کہ میں سمجھتا ہوں مسلمانوں میں

کامیاب چور

بھی پیدا ہونے بند ہو گئے۔ ذہین شخص چوری کرے گا۔ تو اس میں بھی ہوشیاری دکھائے گا۔ لیکن بے وقوف چوری کرے گا۔ تو وہ آپ بھی پھنسے گا۔ اور دوسروں کو بھی پھنسائے گا۔ مثل مشہور ہے۔ ایک شخص نیا نیا چور بنا تھا۔ اس نے کہیں چوری کی تفتیش کے لئے جب پولیس آئی تو یہ بھی ساتھ ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ میں بھی تمیں... میں مدد دیتا ہوں۔ گاؤں کے دوسرے آدمی بھی ساتھ ہو لئے۔ چلتے چلتے کہنے لگا۔ دیکھو یہ چور کے پاؤں کے نشان ہیں۔ اور بار بار یہ کہے۔ پہلے تو پولیس والوں نے کچھ توجہ نہ کی۔ مگر آخر انہوں نے دل میں کہا۔ ہمیں تو نظر نہیں آتے۔ اسے جو نظر آرہے ہیں۔ ضرور کوئی بات ہے۔ ان کا روزمرہ کا کام ہوتا ہے۔ وہ سمجھ گئے۔ کہ یہ بھی چوری میں شامل ہوگا۔ وہ اسے شاباش دینے لگے۔ اور کہنے لگے۔ اچھا آگے چلو۔ وہ سارا واقعہ بیان کرتا جائے معلوم ہوتا ہے چور پہلے یہاں ہے۔ پھر یہاں اور اس جگہ سے وہ کوٹھڑی میں داخل ہوا۔ بڑا سراغ رساں بن کر وہ سارے حالات بتلاتا گیا۔ اور پولیس والے بھی تعریفیں کرتے گئے۔ آخر کہنے لگا معلوم ہوتا ہے۔ چور اس کوٹھڑی کے دروازے سے داخل ہوا۔ اس نے اسباب اکٹھا کرنا شروع کیا۔ اور جب کر چلا۔ تو پیچھے معلوم ہوتا ہے۔ یہاں اسے ٹھوکر لگی۔ اور جب ٹھوکر لگی۔ تو

کٹھڑی اندر اور میں باہر

بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا۔ انہوں نے کہا۔ ہیں تو یہاں بیٹھ جائیے۔ اور باقیوں کو پھر دیکھ لیں گے۔ تو دماغی نشوونما اور قابلیت کی ہر چیز میں ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا شخص جب نیکی کی طرف جاتا ہے۔ تو نیکی میں ترقی کر جاتا ہے۔ اور اگر بدی کی طرف جاتا ہے۔ تو بدی میں ترقی کر جاتا ہے۔ مگر بے وقوف شخص دونوں پہلوؤں میں پیچھے رہتا ہے

پس مسلمانوں میں جب قابلیت مٹ گئی۔ اور ان کا دماغی نشوونما جاتا رہا۔ تو

سب کچھ معدوم ہو گیا

عمدہ جرنیل بھی مسلمانوں میں نہ رہے۔ بلکہ نیک بھی جو ہوتے رہے وہ بھی ادنےٰ درجہ کے ہوتے رہے۔

بڑے بڑے صوفیا اور اولیاء

جو ہوئے ہیں۔ پہلی سات صدیوں میں ہی ہوئے ہیں۔ سوائے ان کے جن کو خدا نے خود اصلاح امت کے لئے کھڑا کیا۔ جیسے مجددین وغیرہ پس یہ ایک عیب تھا۔ جو مسلمانوں کو کہاں سے کہاں لے گیا۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم غور کریں کیا ہم میں بھی تو یہ نقص پیدا نہیں ہوا۔ اور اگر ہو گیا ہے۔ تو اس کے ازالہ کی کوشش کریں۔ ورنہ جس نقص نے تمام مسلمانوں کو مصیبت میں ڈال دیا۔ وہ ہمارے لئے بھی مشکلات کا موجب ہو سکتا ہے۔

میں اس وقت صرف اس حصہ کو بیان کرتا ہوں۔ باقی حصے انشاء اللہ آہستہ آہستہ بیان کروں گا۔ تا جماعت میں احساس پیدا ہو۔ اور وہ ایسی سکیم سوچے۔ جس سے اس قسم کی امراض کو ہم دور کر سکیں۔ اگر اللہ تعالےٰ نے مجھے توفیق دی۔ تو میں متعدد خطبات میں اس کو تفصیلاً بیان کروں گا۔ اب میں

اللہ تعالےٰ سے دعا

کرتا ہوں۔ کہ وہ ہمیں فردی اور قومی امراض سے نجات دے۔ اور ان نقائص سے جو پہلوں کی تباہی کا موجب ہوئے محفوظ رکھے۔ اور وہ خوبیاں ہمارے اندر پیدا کرے۔ جو پہلوں کی ترقیات کا موجب ہوئیں۔

خدا کا ایک چمکتا ہوا نشان

یعنی

پنڈت لیکھرام کی عبرتناک موت

۶ مارچ کا دن آگیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے عظیم الشان نشان کا حامل ہے جس نے ہمیشہ کے لئے اسلام اور احمدیت کی صداقت پر مُہر تصدیق ثبت کر دی۔ اور جس نے ویدک دھرم کے پیروؤں کو بالخصوص بتلا دیا کہ اب خدا نے اپنی تمام رحمتیں اسلام سے مخصوص کر دی ہیں۔ اور ؎

اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہ سنت چلی آتی ہے۔ کہ جب بھی حق و باطل میں بظاہر امتیاز اُٹھ جاتا ہے۔ بدی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ اپنی ہیبتناک تجلیات کے ساتھ اہلِ ارض پر رونما ہوتا ہے۔ اور انہیں بتلاتا ہے کہ کون ہے جو سچا ہے۔ اور کون ہے جس کا قدم راستی کے طریق سے منحرف ہے۔

موجودہ زمانہ میں بھی جبکہ گمراہی کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور بادِ خزاں کے جھونکوں سے اسلام کے چمن کی پتی پتی مرجھا رہی تھی۔ خدا تعالیٰ نے جو اس باغ کا محافظ اور نگران ہے۔ اس میں سرسبزی اور شادابی پیدا کرنے کے لئے ایک خاص انسان مبعوث فرمایا۔ جس نے از سرِ نو مُردوں کو زندہ کیا۔ اور وہ جن کے چہرے ضلالت کی تمازت سے جُھلس رہے تھے۔ انہیں محبت کے پانی کا چھینٹا دیکر پُر رونق اور شگفتہ بنا دیا۔ اور تازہ نشانات کے ذریعہ اسلام کی صداقت اور برتری ثابت کر دی۔ خدا نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لاکھوں نشانات و معجزات عطا فرمائے۔ جن میں سے ایک وہ ہے جس کا ۶ مارچ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اور وہ پنڈت لیکھرام کا واقعۂ قتل ہے۔

پنڈت لیکھرام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو قتل ہوا۔ اور اپنی ان بدزبانیوں اور بدگوئیوں کی پاداش میں قتل ہوا۔ جو اس نے پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہایت بے باکی اور بے حیائی سے کیں۔ اور باوجود بار بار سمجھانے کے کہیں آریائی خصلت میں وہ اس قدر بڑھ چکا تھا کہ خود آریوں کو لکھنا پڑا۔

"ویدک مسئلوں کی تعریف سُنکر وہ خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ بلکہ بلا لحاظ اس کے رُتبہ وغیرہ کے فریق مخالف پر بعض اوقات سخت سے سخت حملے کر دیا کرتے تھے" (دیباچہ کلیات صفحہ ۱۴)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسکے متعلق لکھا

"واضح رہے کہ اس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبیاں کی ہیں۔ جن کے تصور سے بھی بدن کانپتا ہے۔ اس کی کتابیں عجیب طور کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی سے بھری ہوئی ہیں۔ کون مسلمان ہے جو ان کتابوں کو سُنے۔ اور اس کا دل اور جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء)

جب پنڈت لیکھرام کی یہ شوخیاں اور بدزبانیاں حد سے بڑھ گئیں۔ اور "پیمانۂ گناہ" لبریز ہو گیا۔ تو ذو انتقام خدا جس کی چمکتی ہوئی تلوار ہمیشہ صادقوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جلوہ گر ہوا۔ اور اس نے بتایا کہ یہ شخص محض اپنی بدزبانیوں کی تیغ چلانے کی وجہ سے آج سے چھ سال کے عرصہ میں کسی معمولی تپ وغیرہ سے نہیں۔ بلکہ تیغ بُرّاں سے قتل کر دیا جائیگا۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا۔

"خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے۔ چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں۔ عذابِ شدید میں مبتلا ہو جائیگا۔ سو اب میں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں۔ کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا۔ جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو۔ تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نُطق ہے" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء)

اسی طرح فرمایا۔ "فبشّرنی ربی بموتہ فی ستّ سنین" مجھے میرے رب نے کہا کہ یہ شخص چھ سال کے عرصہ میں ہلاک کیا جائیگا۔

پھر فرمایا

"بشّرنی ربی وقال مبشّراً۔ ستعرف یوم العید والعید اقرب" (کرامات الصادقین صفحہ ۵۴)

اس میں نہ صرف یہ بتلایا گیا۔ کہ لیکھرام چھ سال کے عرصہ میں ہلاک ہوگا۔ بلکہ یہ بھی کہ اس کی ہلاکت کا دن عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا۔

ان حوالجات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ معین فرما دیا تھا کہ پنڈت لیکھرام چھ سال کے اندر ہلاک ہوگا۔ اور ہلاک بھی عید کے دوسرے دن ہوگا۔ اور یہ سزا اس کی بدزبانیوں کی وجہ سے دی جائیگی۔

آریوں نے یہ پیشگوئی سُنی۔ اور انہیں پتہ لگ گیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پنڈت لیکھرام کی موت کی پیشگوئی شائع کی ہے چنانچہ خود پنڈت لیکھرام کا اقرار ہے۔

"اُس خدا نے جبرئیل بھیج قادیانی کے کان میں ہماری موت کا الہام سُنایا" (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۲۳۲)

ایڈیٹر اخبار "پنجاب سماچار" لاہور نے لکھا۔

"کہا کرتے تھے کہ پنڈت کو مار ڈالینگے اور اس عرصہ میں اور فلاں دن ایک دردناک حالت میں مریگا۔ (ضمیمہ پنجاب سماچار ۱۰ مارچ ۱۸۹۷ء)

مولوی محمد حسین بٹالوی سلسلہ کے اشد ترین معاند نے بھی لکھا "اس قدر مسلّم ہے۔ کہ چھ سال معیارِ قتل لیکھرام کے لئے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء میں ضرور مقرر کیگئی تھی" (اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۸)

یہ تو وہ پیشگوئی تھی۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پنڈت لیکھرام کے حق میں کی۔ اب اس کے مقابلہ میں پنڈت لیکھرام نے بھی حضرت اقدس کے حق میں پیشگوئی کی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"میں نے عرض کی کہ بارِ خدایا۔ ایسے مکّار کو سزا کیوں نہیں دیتا جو بندگانِ ایزدی کو گمراہ کرتا ہے۔ فرمایا۔ الہٰی اس [illegible] حضرت مرزا قادیانی کے پچھلے اعمال کا بدلہ باقی ہے۔ تین سال میں سزا دی جائیگی" "آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائیگی۔ غائت درجہ تین سال تک شہرت رہیگی" (کلیات صفحہ ۴۹۵۔ ۴۹۶)

یہ دونوں پیشگوئیاں دنیا کی آنکھوں کے سامنے تھیں۔ اور لوگ منتظر تھے کہ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے لیکھرام والی تین سال [illegible] اور گذر گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بال تک بیکا نہ ہوا بلکہ لیکھرام کو بھی خدا نے اتنا عرصہ زندہ رکھا۔ تا وہ اپنے سامنے [illegible] دیکھ لے چنانچہ صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ پنڈت لیکھرام [illegible] وہ جھوٹ اور کذب تھا اس میں سچائی ایک رائی کے برابر بھی [illegible] دوسری طرف دیکھئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کس عظمت و شان کے ساتھ پوری ہوئی ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو وہ دن تھا۔ جبکہ لیکھرام خدائے پاک کی اس عظیم الشان پیشگوئی کے مطابق لاہور میں قتل کر دیا گیا۔ اس پیشگوئی میں بتایا گیا تھا کہ لیکھرام چھ سال کے اندر اندر مارا جائیگا۔ پھر یہ بھی بتایا گیا تھا۔ کہ اس کی موت عید کے ساتھ ملے ہوئے دن ہوگی جیسے ستعرف یوم العید والعید اقرب الہام سے ظاہر ہے پھر یقضٰی امرہٗ فی ستّ الخ سے ظاہر تھا۔ کہ وہ چھ تاریخ کو قتل کیا جائیگا پھر یہ بھی ظاہر ہوتا تھا۔ کہ یہ موت معمولی بیماریوں سے نہیں ہوگی۔ بلکہ قتل سے ہوگی۔ جیسا کہ حضور کا ایک فارسی شعر ہے ؎

الا اے دشمنِ نادان و بیراہ۔ بترس از تیغ بُرّانِ محمدؐ

پھر یہ بھی بتایا گیا تھا کہ قتل کے فوراً بعد موت واقع نہیں ہوگی۔ بلکہ کچھ دیر زندہ اور بہوش میں رہیگا۔ تا تکلیف اور درد محسوس کرے۔ چنانچہ الہام میں صاف تھا لہٗ نصب و عذاب الخ ممکن تھا۔ کہ قاتل سر اڑا دیتا۔ اور فوراً جان نکل جاتی۔ مگر اس نے ایسی جگہ مارا جہاں کاری زخم لگنے کے باوجود اس کے ہوش و حواس قائم رہے۔ اور وہ کئی گھنٹوں تک عذاب الیم میں مبتلا رہا پھر پیشگوئی میں یہ بھی بتایا گیا تھا۔ کہ جسطرح گوسالہ سامری کو جلایا گیا تھا۔ اسی طرح اس کو بھی جلایا جائیگا۔ بالکل ممکن تھا۔ کہ کسی دریا میں ایسا غرق ہوتا کہ لاش ہی نہ ملتی مگر خدا نے گوسالہ سامری والی مشابہت پوری کرنے کے لئے اسے ایسی موت مارا۔ کہ وہ پھر جلایا گیا۔ اور اس کی راکھ دریا میں پھینکی گئی۔

اب دیکھو یہ کیسی واضح باتیں تھیں۔ جو پیش از وقت خدا تعالیٰ نے بتلائیں۔ کیا ممکن ہے۔ کہ کوئی انسان اپنی طرف سے اتنا عرصہ قبل ایسی باتیں بتا سکے نادان آریوں نے شور مچایا۔ کہ یہ قتل مرزا صاحب کی سازش سے ہوا

لیکھرام کا نفسانی وسوسہ

پنڈت لیکھرام کے متعلق حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی نے آریوں کو اس قدر حواس باختہ بنا دیا ہے۔ کہ اب وہ پیشگوئیوں پر تمسخر اور استہزا کرنا۔ اپنا بہت بڑا کارنامہ سمجھ رہے ہیں۔ چنانچہ پرکاش (۲۲ فروری) لکھتا ہے

"ہندوؤں میں دیدوں کے بعد اس قسم کی کئی اور جاتیاں ہیں۔ جن کا پیشہ ہی پیشگوئیاں کرنا ہے۔ لاہور کی ہسپتال روڈ پر بامیونسپل باغات میں کئی ایسے آدمی سلیٹ اور رمل لے کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ جو ایک ایک آنہ کو سب کے مستقبل کا حال بتلاتے ہیں۔ چونکہ یہ ان کا آبائی پیشہ ہے۔ اس لئے یہ کہنا مشکل نہیں۔ کہ ان کی پیشگوئیوں کے سچا ہونے کی اوسط مرزا غلام احمد سے کہیں زیادہ ہو سکتی ہے"

یہی اخبار پھر لکھتا ہے

"ایسے تمام حوالہ جات اور ویدک سدھانت اور عقلی دلائل اور تمام انسانوں کا تجربہ متفقہ فیصلہ کر دیتے ہیں۔ کہ پیش گوئیاں جو آج کل زیر بحث ہیں۔ کسی طرح اصولاً صحیح نہیں ہو سکتیں"

لیکن یہ کہتے ہوئے آریہ اس بات کو بالکل بھول جاتے ہیں کہ پنڈت لیکھرام جسے آج وہ "مہا رشی" "بھاری عالم ہونے پر پورن دھرماتما" وغیرہ وغیرہ خطاب دیتے ہیں۔ اس نے بھی ساری عمر میں ایک پیشگوئی کی تھی۔ مگر اس میں ایسی منہ کی کھائی۔ کہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ کیا آریوں کو معلوم نہیں۔ کہ لیکھرام نے حضرت مرزا صاحب کے متعلق لکھا تھا۔ "بار خدایا ایسے مکار کو سزا کیوں نہیں دیتا۔ جو بندگان ایزدی کو گمراہ کرتا ہے۔ فرمایا ابھی اس کے پچھلے اعمال کا بدلہ باقی ہے۔ تین سال میں سزا دی جائیگی"۔ (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۹۵) پھر لکھا ہے۔

"آپ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام) کی ذریت جلد منقطع ہو جائیگی غایت درجہ تین سال تک شہرت رہیگی۔ خدا کہتا ہے۔ چند روز تک قادیان میں نہایت ذلت و خواری کے ساتھ کچھ تذکرہ رہیگا۔ پھر معدوم محض ہو جائے گا" (صفحہ ۴۹۶)

کیا آریہ صاحبان یہ الفاظ شائع کرنے والے کو بھی ویسے اجاڑیے وغیرہ جاتیوں میں سے کسی ایک کا فرد قرار دیتے ہیں۔ جو سلیٹ اور رمل لے کر سڑکوں پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی گیا گذرا سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس نے ساری عمر میں جو پیشگوئی کی۔ وہی جھوٹی ثابت ہوئی۔ اور خود آریوں کے بیان سے جھوٹی ثابت ہو رہی ہے۔ لیکھرام نے ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی۔ اور آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ مگر اب ۱۹۳۱ء ہے۔ کیا کوئی آریہ کہہ سکتا ہے کہ یہ پیشگوئی سراسر باطل۔ دروغ گوئی۔ اور شیطانی وسوسہ سے زیادہ حقیقت رکھتی ہے۔ نہیں ہمارے پاس آریوں کی بیسیوں تحریری شہادات اس کے غلط اور جھوٹے ہونے کے بارہ میں موجود ہیں۔ مگر اس وقت صرف ایک پیش کی جاتی ہے۔

آریہ ویر ۱۴ دسمبر ۱۹۳۰ء لکھتا ہے۔

"قادیانیوں کی طرف سے اس وقت ایک درجن کے قریب اخبار اور رسالے نکل رہے ہیں جن میں آئے دن ویدک دھرم بھگوان دیانند اور آریہ سماج پر سخت سے سخت حملے کئے جاتے ہیں۔ مرزائی لوگ ہمارے گرنتھوں کی کھوج میں لگے رہتے ہیں۔ مجھے ایک مرزائی بھائی نے تو یہاں تک کہا۔ آریہ جی تو ویدوں کا ترجمہ کر چکے۔ اب ہمارے ودوان اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے کئی سرکردہ علماء صرف اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ کہ وہ دیگر مذاہب خصوصاً آریہ سماج کی مسلمہ کتب کا مطالعہ کریں اور ان پر جو سخت سے سخت اعتراض کر سکتے ہوں۔ انہیں تیار کریں"

آریہ سماجیو! انصاف سے کہو۔ کیا اس تحریر کا ایک ایک لفظ اس بات کا صاف اقرار اور اعتراف نہیں۔ کہ لیکھرام نے خود جھوٹا ثابت ہو کر ویدک دھرم کو بھی جھوٹا قرار دیدیا ::

باجلاس جناب نائب تحصیلدار صاحب جھنگ

جلال خان ولد سلطان خان ذات سیال سکنہ کوٹ خیر تحصیل جھنگ

بنام:۔ نرمل داس ولد کیولرام ذات جانجی خیل سکنہ گھمیانہ ؛؛

مطالبہ ۲۵ ۱۲؍ ادائی بابت معاملہ

نوٹس

بنام:۔ نرمل داس ولد کیولرام ذات جانجی خیل سکنہ گھمیانہ مقدمہ مندرجہ عنوان میں کئی بار نوٹس بنام مدعا علیہ جاری ہو چکے ہیں۔ لیکن وہ تعمیل سے گریز کر رہا ہے اب ۲۳/۳ تاریخ پیشی مقرر ہوئی ہے۔ اب مدعا علیہ کو مقدمہ کی پیروی کرے۔ ورنہ اس کے برخلاف یکطرفہ کارروائی ہوگی اور بعد میں کوئی عذر سماعت نہیں ہوگا۔ بتاریخ ۱۲ بمہر دستخط حاکم جاری ہوا

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

حیدر آباد دکن کی قوم پرست پارٹی نے وائسرائے ہند کو ایک یادداشت روانہ کی ہے جس میں لکھا ہے کہ ہندوستان سے رخصت ہونے سے پیشتر آپ ان انگریز افسروں کو ریاست سے واپس بلالیں جنھیں عارضی طور پر یہاں بھیجا گیا تھا۔ مطالبہ نہایت معقول اور قابل توجہ ہے۔

قنوج کے قریب موضع لیگو میں پولیس اور دیہاتیوں میں تصادم کی خبر آئی ہے۔ پولیس نے عوام کو آمادہ فساد دیکھ کر گولی چلائی جس سے ایک ہلاک اور تین مجروح ہوئے۔ تفصیلات ہنوز معلوم نہیں ہو سکیں۔

معلوم ہوا ہے۔ گاندھی جی نے اپنے اخبارات ینگ انڈیا اور نوجیون کی ادارت کا چارج لے لیا ہے۔ اور ان اخبارات کو باقاعدہ مضامین بھیجا کرینگے۔

یکم مارچ کو گاندھی جی نے ۹ بجے شب وائسرائے سے ملاقات کی۔ جو بارہ بجے ختم ہوئی۔ تفصیلات ہنوز راز میں ہیں۔

بنارس کے سوداگران پارچہ کی دکانوں پر ہندی زبان میں چھپے ہوئے اشتہار چسپاں کئے گئے ہیں۔ کہ اگر ہولی سے قبل کپڑے کی بابت بندش کی۔ تو ان کا بھی وہی حشر ہوگا جو محمد آغا خان کا ہوا۔ اس اشتہار دہندہ دامسی کا نام ہے۔

لکھنؤ سے خبر آئی ہے۔ کہ تحصیل خورجہ کا تحصیلدار وصولی مالیہ کے لئے ایک گاؤں میں گیا۔ جہاں کے رہنے والوں نے جو زیادہ تر کانگریسی رضا کار ہیں۔ اس پر حملہ کرکے اسے ہلاک کر دیا۔ ایک چپراسی اور ایک کانسٹیبل بھی شدید زخمی ہوئے۔ ۴۲ گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں۔

۲۸ فروری کو اسمبلی میں کمانڈر انچیف نے بتایا۔ کہ ۱۹۳۰ء کے خاتمہ تک ۱۲۳ ہندوستانی سینڈہرسٹ میں داخل ہوئے۔ اور ۱۷ کمیشنڈ آفیسر بن کر نکلے۔ جن میں بیس مسلمان تیس ہندو اور گیارہ دیگر اقوام کے ہیں۔ فوجی محکمہ میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے برابر اسامیاں دینا مسلمانوں کی فوجی خدمات سے صریح ناانصافی ہے۔

رنگون کی ایک خبر سے پایا جاتا ہے۔ کہ برما کی صورت حالات دوبارہ نازک ہو رہی ہے۔ چنانچہ چھ روز میں ۵۸ ڈاکے پڑ چکے ہیں۔

۲۸ فروری کو کونسل آف سٹیٹ اور اسمبلی کے مسلم ارکان کا ایک جلسہ ویسٹرن ہوسٹل نیو دہلی میں بدیں غرض منعقد ہوا کہ آئندہ نظام حکومت میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے متحدہ کارروائی کی جائے۔ بہت مبارک کوشش ہے۔

بنگال کے ضلع ۲۴ پرگنہ میں ترغیب مجرمانہ کا آرڈیننس نافذ کر دیا گیا ہے۔

وار کونسل کے پروگرام کے ماتحت ۲۸ فروری کو بمبئی میں آٹھ مختلف مقامات پر ناجائز نمک بنانے کی کوشش کی گئی۔ پولیس نے رضا کاروں کو گرفتار کر لیا۔ صلح میں جنگ اسی کا نام ہے۔

پچھلے دنوں دارالعوام میں وزیر ہند نے بتایا تھا کہ ہندوستان میں ہزاروں سابق فوجی سپاہی سول نافرمانی کے سلسلہ میں قید ہیں۔ حکومت ہند کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ ایسے سپاہیوں کی تعداد صرف ۱۵۰۰ ہے۔ پنجاب کے متعلق ابھی معلوم نہیں ہو سکا۔

جزائر فیجی میں ہولناک طوفان کی خبر گذشتہ پرچہ میں دی جا چکی ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ اس سے دو سو تیس اموات ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جزائر پر آفت آنے کی خبر پہلے ہی دے چکے ہیں۔

حال میں پریوی کونسل لندن نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ کہ کینیا کالونی افریقہ میں نیلام ہونے والی اراضیات کی بولی دے کر ہندوستانی انہیں خرید نہیں سکتے۔ یہ ہندوستانیوں کی بیحد تحقیر ہے۔

ایڈیٹر ملاپ ماترم لاہور کو "بھگت سنگھ" کے عنوان سے ایک قابل اعتراض مضمون شائع کرنے کے جرم میں نو ماہ قید کی سزا ہوئی۔

گورکھپور کی اطلاع ہے۔ کہ قلیوں سے بھری ہوئی دو کاریوں کے تصادم سے دس قلی ہلاک اور سات شدید زخمی ہوئے۔

سورت میں قومی جھنڈے کی سلامی کی تقریب پر پولیس نے سو رضا کار گرفتار کر لئے۔

باردولی کے علاقہ میں عدم ادائگی لگان کی وجہ سے جو زمینیں ضبط کی گئی تھیں۔ وہ نیلام کی جا رہی ہیں۔ اور سات سو روپیہ بیگھہ کی حیثیت والی زمین ۱۸۔۲۰ روپیہ بیگھہ قیمت پر فروخت ہو رہی ہے۔ اس نقصان کی ذمہ وار کانگریس ہے۔

لاہور میں ۲۵ عورتوں کو پکٹنگ کے جرم میں گیارہ گیارہ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ جو بہت سخت ہے۔

پیر اکبر علی صاحب نے پنجاب کونسل میں تحریک کی تھی۔ کہ منتخب شدہ ارکان میں سے ایک ایسی کمیٹی بنائی جائے۔ جو اخراجات میں تخفیف کی سکیم سوچے۔ تحریک منظور ہو گئی۔

چندر شیکھر آزاد کی موت پر الہ آباد میں ہڑتال کی گئی۔ لوگوں نے ایک جلوس نکالا جس میں ننگے سر شامل ہوئے اور جلسہ کیا گیا۔ ایسے شورہ پشت لوگوں کی اس طرح عزت افزائی نہایت ہی شرمناک اور فتنہ انگیز فعل ہے۔

۲۸ فروری کو فینانس ممبر نے اسمبلی میں حکومت ہند کا بجٹ پیش کرتے ہوئے بتایا۔ کہ گذشتہ سال حکومت کو ۱۷ کروڑ چوبیس لاکھ روپیہ کا خسارہ ہوا ہے۔ جسے پورا کرنے کے لئے بیر۔ شراب۔ چاندی۔ پٹرول اور مٹی کے تیل پر محاصل بڑھانے کی تجویز ہے۔ انکم ٹیکس میں بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ یعنی آئندہ شرح دو ہزار سے پانچ ہزار تک چار پائی اور پانچ ہزار سے چالیس ہزار تک پانچ سے سات پائی ہوگی۔ اور بعض مصارف میں بھی کمی کی گئی ہے۔ خسارے کے اسباب دنیا کی تجارتی کساد بازاری اور عام اقتصادی افسردگی نیز تحریک سول نافرمانی ہیں۔

پنجاب کونسل میں وزارت لوکل سیلف گورنمنٹ نے "ایگزیکٹو آفیسر بل" کے نام سے ایک مسودہ پیش کیا ہے۔ جس کا منشاء یہ ہے کہ بڑی بڑی میونسپلٹیوں میں ایگزیکٹو آفیسر مقرر کئے جائیں جن کی تنخواہ ڈیڑھ ہزار روپیہ تک ہو۔ کیونکہ پریذیڈنٹ کمیٹی کے کام میں زیادہ وقت نہیں دے سکتے۔

بھگت سنگھ وغیرہ اپیل کمیٹی نے ایک اعلان شائع کیا ہے۔ کہ پھانسی دینے کے لئے پروویژنل (عارضی) طور پر ۲۴ مارچ کی تاریخ مقرر کی گئی ہے۔ ان کے متعلقین اور رشتہ دار آخری ملاقات بھی کر چکے ہیں۔

اخبار ڈیلی ہیرلڈ لنڈن لکھتا ہے۔ حکومت ہند نے افغانستان کی حکومت کو ایک لاکھ ۷۰ ہزار پونڈ قرضہ دینے کا فیصلہ کیا ہے جس کے لئے کوئی سود نہیں لیا جائیگا۔ اس کے علاوہ دس ہزار رائفلیں اور کچھ بارود وغیرہ بطور تحفہ دیا جائیگا۔ تا نادر شاہ کی حکومت اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکے۔ اس سے وہاں برطانیہ کا اقتدار پھر قائم ہو جائیگا۔

۲ مارچ کو امرتسر کے درگیانہ مندر میں ایک پولیس افسر نے یوپی کے ایک مفرور اشتہاری ملزم کو جو تین قتل کر چکا ہے گرفتار کیا۔

متھرا کے قریب ایک ریلوے سٹیشن پر ڈاکو سٹیشن ماسٹر کو زخمی کرکے ۳۔۴ ہزار کا مال لے گئے۔

لاہور ہائیکورٹ نے پچھلے دنوں بعض فیصلہ جات کئے تھے۔ کہ دیوانی ڈگریوں کی وصولی کے لئے زراعت پیشہ لوگوں کی زمینیں ساہوکار عارضی طور پر منتقل کرا سکتے ہیں۔ مگر انہیں بیع نہیں کر سکتے۔ پنجاب گورنمنٹ نے ایک غیر معمولی گزٹ میں اعلان کیا ہے۔ کہ لفظی اعتبار سے تو قانون انتقال اراضی کی یہ توضیح صحیح ہے۔ مگر اس کے حقیقی مفہوم اور سپرٹ کے منافی ہے۔ یہ اعلان نہایت ضروری تھا۔ اور امید ہے عدالتیں آئندہ محتاط رہیں گی۔

دہلی کی خبروں سے پایا جاتا ہے۔ کہ گاندھی ارون کی گفتگو شنیدہ کے بعد پھر ایک بار مصالحت کی توقع پیدا ہو گئی ہے۔

لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس جے لال نے ایک فیصلہ کیا تھا۔ کہ پرامن پکٹنگ جرم نہیں۔ مگر عدالت کے فل بنچ نے ایک مقدمہ کی سماعت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ چونکہ پکٹنگ کا منشاء ایک دوکاندار کو اس کے جائز حق سے محروم کرنا ہے۔ اس لئے خواہ یہ کسی قسم کا ہو جرم ہے۔

۲ مارچ کو پنجاب کونسل کے نائب صدر کا انتخاب ہوا۔ مسٹر دین محمد اور سردار بوٹا سنگھ امیدوار تھے۔ مسٹر دین محمد کو ۴۳ اور سردار صاحب کو ۴۰ ووٹ ملے۔ اور وہ منتخب ہو گئے۔

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)